مطالعۂ اقبال میں متن کی معنویت

پروفیسر عبدالحق

2315، گراؤنڈ فلور، ہڈسن لین، کنگز وے کیمپ، دہلی۔110009، موبائل:09350461394

لفظ انسانی ذہن کے تعینات کی منور صورت ہے۔ وحی و تنزیل کی بے کراں وسعتوں کا انحصار بھی اس پر ہے۔ انجیل مقدس کا قول ہے کہ ابتدائے آفرینش میں لفظ تھا۔ اس میں نور تھا۔ یہی نور بنی نوع بشر کی حیات کا باعث بنا۔ ہم لفظ ''کُن'' سے واقف ہیں۔ جوارض و سما کی تخلیق کا سبب ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان رازِ کن فکاں کا جوہر ہے اور ہر لمحہ مشاہدے میں عیاں ہوتا رہتا ہے۔ تخلیق کائنات تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ کن فیکون کی صدائیں ہر ثانیہ تخلیق کو مہمیز کرنے میں مصروف ہیں۔ شانِ وجود ہر لحظہ آشکار ہوتا رہتا ہے۔

لفظ قواعد کی رو سے مربوط ہوکر بامعنی بن جاتا ہے۔ الفاظ کا ذخیرہ متن نہیں کہلائے گا۔ ہر طرح کے نرم و نازک یا سخت و سنگ اشیا پر کندہ یا لکھی ہوئی عبارت متن کہلائے گی۔ صحیح و غلط یا نقد و انتقاد کا اطلاق انہی نقوش پر ہوگا۔ افکار و اسالیب کا مدار بھی متن پر قائم ہے۔ تمام شعبہ ہائے علم میں متن کی صحت ملزوم ہے۔ ادبی مطالعہ میں اس کی اہمیت دو چند ہے۔ کیوں کہ اس سے اسالیبِ فن کا ادراک ہوتا ہے۔ دوسری جانب فکر و نظر کی اسی سے نشاندہی ہوتی ہے۔ اقبال کے مطالعہ میں فکری مباحث کا درآنا ناگزیر ہے۔ متن متعین یا مستحکم نہ ہو تو فکر و نظر کی عمارت زمیں دوز ہوسکتی ہے۔ اقبالیات میں متون کی صحت کا مسئلہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں صحتِ متن سے چشم پوشی کی مکروہ مثالیں بھی بہت ہیں جنھیں سہوِ قلم یا لغزشِ صریرِ خامہ نہیں کہہ سکتے۔ کہیں کہیں تنسیخ و تصرف کی شعوری کوشش بھی کی گئی ہے۔ خاص طور پر خطوط میں ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی، اقبال کے بھتیجے اعجاز جناب ممنون حسن خاں وغیرہ کے کارنامے سب کی نظر میں ہیں۔ اس سے قطع نظر اشعار کے حوالوں یا تراجم میں لاعلمی یا غیر شعوری طور پر متن میں تبدیلی بھی تکلیف دہ ہے۔ کچھ مثالوں پر اکتفا کروں گا۔ اقبال کے اشعار جس کثرت سے ذہنوں میں محفوظ ہیں وہ بھی ایک اعجوبہ ہے۔ یادداشتوں میں محفوظ متن کبھی کبھی غلط ہو جاتا ہے۔ اقبال پر لکھتے وقت حافظے کے سہارے اشعار کا حوالہ عام ہے۔ الفاظ کا بدل جانا ایک فطری عمل ہے۔ راقم کو بھی اقبال کے کئی اشعار غلط متن کے ساتھ یاد ہیں۔ مطبوعہ مضامین میں یہ غلطیاں موجود ہیں۔ اس پر ندامت بھی ہوتی ہے۔

نِسیان و خطا انسان کے خمیر میں شامل ہے۔ یہ بشری کمزوری بھی ہے۔ خاص طور پر بزرگی میں دیگر اعضائے جسم کے ساتھ حافظے کی قوت بھی مضمحل ہونے لگتی ہے۔ فراموشی ضعیفی کی علت ہے اور علامت بھی۔ اس کے اسباب و علاج پر طبی معالجات میں تحقیق جاری ہے۔ گفتگو میں گرفت کا امکان کم ہوتا ہے، تحریر میں غلطی رسوائی کا سبب بن جاتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ قدیم متون سے قطع نظر حالیہ اور مطبوعہ نگارشات میں بھی یہ غلطیاں عام ہیں۔ کلامِ اقبال پیش نظر ہے۔ ۱۹۲۴ء میں عبدالرزاق حیدرآبادی نے علامہ کے علم میں لائے بغیر کلیاتِ اقبال (اردو) شائع کردیا۔ اس میں مولانا ظفر علی خاں کی نظم ''مدینے کے کبوتر کی یاد میں'' شامل ہے۔[1]

مولانا ظفر علی خاں کی ایک اور نظم 'بے سلطنت قوم یا جسم بے روح' بھی اقبال سے غلط طور پر منسوب ہوکر باقیات میں شامل ہوگئی۔

حیرت ہوتی ہے کہ اردو کے دو محترم پروفیسر صاحبان نے بھی توجہ نہ دی اور اقبال سے ایسے اشعار منسوب کردیے کہ ناطقہ سربہ گریباں ہے۔ پروفیسر عبدالستار دلوی لسانیات کے کارشناس اور اقبال کے پرستاروں میں ہیں۔ سنسکرت کے شاعر بھرتری ہری پر ان کی کتاب شائع ہوئی۔ اقبال اور بھرتری کے افکار کا تقابل ایک مخصوص میزان کا حامل ہے۔ دونوں کے تصورات میں مشابہتوں کے علاوہ مصادر اور استفادہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اختلاف اور انفرادیت پر بھی اشارے کیے گئے ہیں، جس شعر نے سب سے زیادہ فریب دیا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے

پروفیسر دلوی نے یادداشت پر اعتماد کیا اور مات کھا گئے۔ یہ

[1] کلیاتِ اقبال مرتبہ عبدالرزاق، حیدرآباد ۱۳۴۳ھ، ص:۸۷

سہوِ قلم ہے اور نہ لغزشِ قلم، بلکہ حافظے پر بے جا یقین کے باعث ہے۔ مطالعۂ اقبال میں متن کی معنویت بہت مختلف ہے۔ کیوں کہ یہاں افکار کے نکات ونظریات متن سے منسلک ہیں، صرف شعری اسالیب کا مطالعہ نہیں ہے۔ شعر میں موجود خیالات کا اقبال سے منسوب کیا جانا مناسب نہیں ہے۔ مذکورہ شعر نے کئی لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اقبال کے ابتدائی کلام اردو کو مرتب کیا۔ ان سے بھی سہوِ قلم ہوا۔ ۱۹۸۴ء کی غلطی ۲۰۰۴ء تک دہرائی جاتی رہی۔ گویا بیس سال بعد بھی اصلاح نہ ہوسکی۔ غزل:

کب ہنسا تھا کہ جو کہتے ہو کہ مرنا ہوگا
ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہوگا[1]

خواجہ غلام محمد اقبال بنارسی کی یہ غزل متن میں شامل ہے۔ دوسرا ستم یہ بھی ہوا کہ اسماعیل میرٹھی کی طویل نظم 'شمعِ ہستی' کو بھی اقبال سے منسوب کرکے متن میں شامل کردیا۔[2] انھوں نے تیسرا ستم بھی روا رکھا کہ بعض اشعار جو ۱۹۰۸ء کے بعد کے ہیں انھیں ابتدائی کلام میں شامل کرکے خودی کے تصورات پر بحث کی ہے۔ یہ فاحش غلطیاں متن پر عدم توجہ کے سبب ہیں۔ انھوں نے تعبیر کی غلطی بھی دہرائی ہے، جس سے ان کی ذہنی کشاکش کا پتہ چلتا ہے۔

اقبال خوش نصیب ہیں کہ ان کے اشعار اور نثری تحریروں کا بڑا حصہ دوسری زبانوں میں منتقل ہو رہا ہے۔ تراجم میں سہوِ قلم کا در آنا بشری کم زوری ہے، مگر عقیدہ ومسلک کی اساس پر دانستہ طور پر تحریروں میں تحریف کرنا بدترین علمی بد دیانتی ہے۔ کئی مثالیں موجود ہیں۔ یہاں ان سے صرفِ نظر کیا جارہا ہے۔ شعری تخلیقات سے ہی مثالیں مقصود ہیں۔ علامہ کے حینِ حیات میں ہی ان کی تحریروں کے تراجم شروع ہوچکے تھے۔ انگریزی میں اسرار ورموز کے پہلے مترجم ڈاکٹر نکلسن ہیں۔ ان کے ترجمے سے کوتاہیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ قابلِ معافی ہیں کہ مشرقی ادبی ثقافت پر نظر رکھنے کے باوجود بعض علامتوں سے واقف نہ تھے۔ حیرت ان مترجمین پر ہے جو اسی تہذیب کے پروردہ اور ثنا خوانِ ثقافت ہیں۔ چند مثالیں حاضر کررہا ہوں۔ ان میں متن کی مسخ شدہ صورتوں نے تراجم کو بھی مجروح کیا ہے اور معنی کی تبدیلی سے افکار کی دنیا بھی متاثر ہوئی ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا شوق ایک بڑے محاسبے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ کبھی کبھی نظر چوک جاتی ہے اور غلطی کا احساس نہیں ہوپاتا۔

۱ ابتدائی کلامِ اقبال، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۱۷
۲ ابتدائی کلامِ اقبال، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۳۷

اصغر علی انجینئر ایک ترقی پسند احتجاجی اور اصلاحی ذہن رکھنے والے انسان تھے۔ بوہرہ سماج کی اصلاح وفلاح کے لیے وہ زندگی بھر برسرِ پیکار رہے۔ وہ حکومت ہند کی غلط حکمتِ عملی سے بھی بیزار تھے۔ خاص طور پر مسلم کش فسادات کے سلسلے میں ان کی قابل قدر خدمات ہیں۔ انھیں ادب سے بھی تعلق تھا۔ ۱۹۷۷ء میں اقبال صدی جشن کے موقع پر پروفیسر محمد حسن کی سربراہی میں جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نے ایک مذاکرہ کیا تھا۔ جس میں مختلف شعبہ ہائے علم کے دانشوروں نے شرکت کی تھی۔ پیش کیے گئے مقالوں کی دو جلدیں اردو اور انگریزی میں شائع ہوئیں۔ اصغر علی انجینئر کا مقالہ بھی شامل کتاب ہے۔ اس کا عنوان ہے۔

Some Socio-Political Mohrations of Iqbal's Tradition and its Contemporary literary Relevance.

یہ مقالہ خاصا علمی اور اہم ہے۔ اردو وفارسی کے اشعار کا کثرت سے حوالہ ہے۔ انھوں نے انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ فارسی کے ایک شعر کی تفہیم میں ان سے تسامح ہوا ہے۔ مصرع اولیٰ کے متن کی غلطی قابل معافی قرار دی جاسکتی ہے۔ شاید ان کے سامنے غلط متن تھا، جو خراب کی جگہ خواب میں تبدیل ہوگیا ہے۔ انھوں نے خواب ہی نقل بھی کیا ہے۔ حالاں کہ مصرع میں خواب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کشتِ دہقاناں سے خواب کی نسبت دور از کار ہوگی۔ اصغر علی انجینئر کے روبرو جو غلط متن تھا، انھوں نے اسی پر اکتفا کیا۔ دوسرے مصرع میں اس سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ لعلِ ناب کو قیمتی پتھر سمجھ کر gem ترجمہ کیا۔ وہ چوں کہ ادب کے آدمی نہیں تھے، اس لیے اس خوبصورت ترکیب کو نہیں سمجھ سکے۔ شعری اظہار کے بعض نکات بہت ہی معنی خیز ہیں۔ آبِ لالہ گوں، مے لالہ فام جیسی کئی ترکیبیں اقبال کے یہاں بڑی معنویت رکھتی ہیں۔ اصل متن اور ترجمہ ملاحظہ ہو:

خواجہ از خونِ رگ مزدور سازد لعل ناب
از جفائے دہ خدایاں کشت دہقاں خراب[1]

انقلاب! انقلاب اے انقلاب[3]

انگریزی ترجمہ

The master from the blood of the worker's heart, a gem makes of the opression of the lord of the village, peasants are & unaware and aspect Revolution! Revolution, O revolution![4]

۳ زبورِ عجم۔ ۳۰
۴ Multi Disiplinary Approach to Iqbal ed. by Mohammed has an P 48

اصل متن میں دل نہیں ہے بلکہ رگ ہے۔خواب نہیں خراب ہے۔ کتابت کی غلطی سے ترجمہ میں فساد پیدا ہونا فطری ہے۔صحیح متن کا متعین ہونا تحقیق وتنقید کے لیے ملزوم ہے۔ اقبال کے ایک اہم شعر میں لفظ گردوں ہے جب کہ انگریزی میں اصغر علی انجینئر نے Heaven ترجمہ کیا ہے۔

برتراز گردوں مقام آدم است

Higher than heaver is the to lace of man.

آسمان اور بہشت میں واضح فرق ہے۔

انگریزی مترجمین کے یہاں پہ لغزشیں عام ہیں۔موصوف قابل معافی ہیں کہ وہ ادب کے آدمی نہ تھے اور نہ کنایات کے رمزشناس تھے۔ پروفیسر محمد حسن اپنی بےنظیر کتاب میں امت کا ترجمہ Nation لائے ہیں جو موزوں نہیں ہے۔

یہ امت روایات میں کھوگئی۔

This nation lost itself in the laze of cenventions.[1]

اسی کتاب میں صفحہ ۵۶ پر شعر کا متن مسخ ہوگیا ہے:

کوئی دلنشیں صدا ہو عجمی ہویا کہ تازی

جب کہ بالِ جبریل کی غزل میں دل کشا ہے۔دونوں میں باریک فرق ہے۔ دل نشینی اور دل کشائی کی کیفیتیں جداگانہ ہیں۔ یہاں یادداشت کے حجابات حائل ہیں جو روانی تحریر میں درآئے ہیں۔

۱۹۷۷ء میں سید غلام عباس کی کتاب Dr. M. Iqbal Ahmad The Humanist جس میں علامہ کی ۲۱ نظموں کا ترجمہ ہے، کہیں بڑی مضحکہ خیز صورتیں موجود ہیں۔ساقی نامہ کا مصرع ہے:

ہری شاخِ ملت ترے نم سے ہے

ترے نم کے متن کو ترنم پڑھ لیا گیا اور ترجمہ میں rhythm داخل کیا گیا۔جواب شکوہ کا مصرع ہے:

عالم کیف ہے دانائے رموز کم ہے

وہ کیف وکم کو نہیں سمجھ پائے۔کم کا ترجمہ Lillee کیا ہے۔

چشمۂ حیوان ہے یہ ظلمات

یہاں حیواں کو Animal میں بدل دیا ہے۔وہ چشمۂ حیواں کے رمز کو نہ سمجھ سکے۔

H.T. Sorley نے بانگِ درا کی ۱۲ نظموں کا ترجمہ کیا ہے، جس میں ترجمے کی تکلیف دہ نارسائیاں ہیں، جن میں سے چند الفاظ کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ ہو۔رم Wine بے نیازی Grandeur مہوش Rain گردوں World پایاب Goal طور Zenith وغیرہ

یعقوب مرزا نے بھی کچھ اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔بعض تو دور افتادہ معنی سے بھی بے نیاز ہیں۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

اس آبجو سے کیے بحر بے کراں پیدا

Out of dust they raise same of the mightest towers.

یہ ترجمہ کی کیسی بدمذاقی ہے۔ انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے والوں سے زیادہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ایران میں افغانستان کے سفیر محمد افسر رہبین نے بالِ جبریل اور ضرب کلیم کے منتخب حصّوں کا فارسی ترجمہ کیا ہے۔انھوں نے بھی اہلِ زبان ہونے کے باوجود روح متن کو پیش کرنے میں کوتاہی برتی ہے۔ستم کیا ہے کہ بالِ جبریل کی غزلوں کا عنوان بھی قائم کیا ہے۔صرف ایک مثال دیکھیے۔بالِ جبریل کی غزل ہے:

دگر گوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

ترجمہ ملاحظہ ہو:

دگرشد چرخ وگردشہای دوراں تیزاے ساقی

تاروں کی گردش پر توجہ نہیں ہے۔ بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں متن کے مفہوم ومعنی کی نزاکتوں سے اعراض برتا گیا ہے۔سچ پوچھیے یہ کام بڑی ریاضت کے ساتھ دل ونگاہ کے سوز وساز کا طلب گار ہوتا ہے۔ ادبی اسرار واشارات کا دوسری زبان میں منتقل کرنا پل صراط کی آزمائش سے کم نہیں ہے۔ پھر بھی مترجمین کی محنت اور خدمات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔متن کی تہ داری اور تصحیح پر توجہ نہ ہو تو گمراہی کو فروغ مل سکتا ہے، جو کبھی کار نیک نہیں کہلائے گا۔

متن بھی وہی سب سے زیادہ معتبر ہے جو صاحب تخلیق کا رقم کردہ ہے۔اس میں بڑے سے بڑے محقق کو تبدیلی وتصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔مترجم کو متن سے سروکار ہے۔متن کی ترتیب میں بھی سرِ مو تجاوز کی اجازت نہیں ہے۔افسر رہبین نے عنوانات قائم کرکے علمی بددیانتی کی ہے۔ناچیز نے ایک محفل میں انھیں ٹوکا جس پر برامان گئے۔افسر رہبین نے جگہ جگہ ترجمے کا حق نہیں ادا کیا ہے اور کم نگہی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ بالِ جبریل کی پہلی غزل کا عنوان 'سرِ نہاں' رکھا ہے۔ پوری غزل کے مفہوم کو ذہن میں رکھیے تو یہ مناسب نہ ہوگا۔غزل کا مصرع ہے:

گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود

[1] A New Approach to Iqbal 1997 P.85

مصرع کے آخری ٹکڑے چیر گئی 'دلِ وجود' کا ترجمہ 'شرح کند کتاب دل' یعنی کتابِ دل کی شرح بالکل مہمل ہے۔ بالِ جبریل میں صرف ترجمہ ہے۔ شکر ہے کہ ضربِ کلیم میں اردو متن بھی موجود ہے۔

ڈاکٹر عبدالرؤف خیر اچھے شاعر اور اقبال کے قدر شناس ہیں۔ انھوں نے اقبال کے منتخب فارسی کلام کو اردو میں منظوم کیا ہے۔ ان کی کتاب 'اقبال بہ چشمِ خیر' ابھی حال میں ہی شائع ہوئی ہے۔ 'پیامِ مشرق' کے لالۂ طور کی رباعی کا مصرع ہے:

رمیدی از خدا دندانِ فرنگ

ترجمہ ہے: خدا دندانِ افرنگی سے بھاگا۔

لفظی ترجمہ ہے، مگر خدا کا بھاگنا شائستگی کے خلاف ہے۔ قافیہ یا ترجمہ کی مجبوری ہوسکتی ہے۔ پھر بھی رمیدہ کا دوسرا مفہوم لانے کی ضرورت ہے۔

اقبال نے اپنے مجموعہ ہائے کلام سوائے ارمغانِ حجاز کے خود مرتب کرکے شائع کیے۔ بعض اداروں نے ترتیب میں تھوڑی بہت تبدیلی کی جس کا جواز نہیں ہے۔ املائی صورتوں میں بھی دانستہ ردوبدل کیا گیا۔ اس کی بھی ضرورت نہ تھی۔ متن میں یہ ایک نیا انحراف تھا۔ خود اقبال اکیڈمی لاہور نے ایک مشاورتی کمیٹی مقرر کی۔ اس کے فیصلوں کے مطابق کلیاتِ اقبال اردو شائع ہوا۔ اکیڈمی کو متن کی ترتیب میں تبدیلی کا حق نہیں ہے۔ مجلس مشاورت کو کیا کہیں؟ اسی طرح علامہ کی ڈائری Stray Reflection کو اقبال اکیڈمی نے ۱۹۶۱ء میں پہلی بار شائع کیا تھا۔ تیسری اشاعت میں علامہ کی ۱۹۱۵ء کی تصویر بھی بدل دی۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کا مقدمہ تھا اس اشاعت میں ان کا نام فہرست سے غائب ہے اور کمال یہ ہوا کہ مقدمہ کو نمبر ایک لکھا گیا۔ فن نمبر دو پر ہے۔ گویا مقدمہ کو اقبال کی تحریر بنا دیا گیا۔ اندرونی صفحہ پر Edited by Javed Iqbal بھی ندارد ہے۔ صفحہ ۱۴۶ پر عربی شعر بھی غلط طور پر نقل کیا گیا ہے۔

اردو کلیاتِ اقبال کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔ یہ ایک انتہائی گمراہ کن طریق کار ہے اور علامہ کے مرتب کردہ متن کے ساتھ بددیانتی اور تحریف کی بہت ہی نامقبول مثال ہے۔ فسادِ متن کی یہ مثالیں نازیبا اور غیر علمی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ آنے والے قارئینِ اقبال ان سے متاثر ہوں گے۔ متون کے تراجم ہوں یا تعبیرات ان پر احتسابی نظر کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ اقبال کی تحریروں میں افکار کا ایک تلاطم موجود ہے۔ تحریف سے فکرِ اقبال کی معنویت مجروح ہوگی۔ شعرِ اقبال کی ایک زمانی اہمیت ہے۔ ان کے افکار میں ارتقائی عمل کی کارفرمائی ہے۔ ۱۹۲۴ء کے اشعار پر ابتدائی دور کی فکر کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جیسے سرسید کی لوحِ تربت ۱۹۰۴ء کی تخلیق ہے۔ بانگِ درا کی ترتیب ۱۹۲۴ء میں ہوئی علامہ نے ایک شعر کا اضافہ کردیا:

بندۂ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے
قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

ابتدائی دور کا شعر سمجھ کر مردِ مومن کے تصور کو نشان زد کیا گیا، جو فکری مطالعہ میں بڑے مغالطے کا سبب بنا۔

متن میں تحریف کی بدترین مثال سرسوتی سرن کیف کی تالیف 'فرہنگ ادب اردو' میں موجود ہے۔ مزے کی بات ہے کہ ۲۰۰۴ء میں یہ کتاب ساہتیہ اکیڈمی نے شائع کی ہے۔ اقبال کی مشہور غزل کے مصرع ثانی میں تڑپ کی جگہ مذاق درج ہے:

نہ وہ غزنوی میں مذاق ہے

◆◆◆

◆◆◆

قارئین سے گزارش

اردو اکادمی، دہلی سے شائع ہونے والے رسالے 'بچوں کا ماہنامہ امنگ' اور 'ایوانِ اردو' دہلی اپنی مقبولیت کے سبب ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انھیں رسالہ نہیں ملا۔ وہ پہلے اپنے ڈاک خانہ سے رجوع کریں اور اپنا اندراج نمبر اور پتا چیک کرائیں۔ ساتھ ہی اپنے احباب اور متعلقین کو دونوں رسالوں کے خریدار بنائیں۔ تاکہ اردو کے فروغ میں آپ کی بھی حصہ داری ہوسکے۔ (ادارہ)